ڈی این اے ٹیسٹ کی شہادت کی حیثیت

تحریر: محمد الیاس خان

ڈائریکٹر جنرل (ریسرچ)/ترجمان

اسلامی نظریاتی کونسل

گزشتہ دنوں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا میں بہت زور و شور سے ڈی این اے ٹیسٹ کی بطور شہادت حیثیت پر بحث و مباحثہ چلتا رہا اور دعویٰ کیا جاتا رہا کہ ڈی این اے ٹیسٹ کو زنا بالجبر (rape) کے کیسز میں بنیادی شہادت (primary evidence) کی حیثیت حاصل ہے۔ اس سلسلے میں کونسل کی ایک حالیہ سفارش کو سمجھے بغیر تنقید و ملامت کا نشانہ بھی بنایا گیا۔

ذیل کی سطور میں حقائق کی روشنی میں ڈی این اے ٹیسٹ کی شہادتی حیثیت اور اس سلسلے میں کونسل کی سفارش کا جائزہ لینا مقصود ہے۔ زنا کی سزا کا تعلق حدود سے ہے اور حدود کی نہ صرف سزائیں طے شدہ اور منصوص ہیں بلکہ ان کے ثبوت کا طریقہ کار اور شہادت کا نصاب بھی مقرر ہے۔ اس کے برعکس زنا بالجبر کے عمل میں دو جرم شامل ہوتے ہیں ایک زنا کہ جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہے اور جس کی سزا حد کہلاتی ہے۔ حد کی اس سزا کی تفصیل یہ ہے کہ مجرم کے غیر شادی شدہ ہونے کی صورت میں اسے سو کوڑوں کی سزا دی جائے گی جبکہ شادی شدہ ہونے کی صورت میں اسے رجم کی سزا دی جائے گی۔ اور دوسرا جرم جبر کا ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے اور اس کی سزا حد نہیں بلکہ تعزیر کے زمرے میں آتی ہے۔ لہٰذا اگر زنا مقرر کردہ طریق کار، نصاب شہادت سے ثابت ہو جائے (مثلاً ملزم ارتکاب زنا کا اقرار کرلے یا اس کے خلاف مقررہ اور منصوص شرعی شہادت مہیا ہو جائے) تو یہ حد کا کیس بن جائے گا اور ایسے مجرم کو حد زنا کی طے شدہ سزا دی جائے گی جو اوپر درج کی گئی ہے۔ ثبوت زنا کے ساتھ ساتھ جبر بھی ثابت ہو جائے تو حد کے ساتھ ساتھ تعزیر کی سزا بھی دی جاسکے گی۔ تاہم اگر زنا اپنے طے شدہ طریق کار، نصاب شہادت سے ثابت نہ ہو سکے لیکن واقعاتی قرائن، طبّی/سائنسی (فارنسک) شہادتوں سے جبری زیادتی ثابت ہو جائے تو مجرم پر تعزیری سزا نافذ کی جائے گی جو سزائے موت تک بھی ہو سکتی ہے۔

ڈی این اے کی گواہی کے مسئلے پر کونسل کی سفارش اور اس کی توضیح

کونسل نے ڈی این اے ٹیسٹ کو بنیادی یا ثانوی قرائنی شہادت قرار دینے کی بات کی ہی نہیں ہے۔ کونسل نے ۲۸- ۲۹مئی ۲۰۱۳ء و ۱۸- ۱۹ستمبر ۲۰۱۳ء کو منعقد ہونے والے اجلاسوں (نمبر ۱۹۱ و ۱۹۲) میں تفصیلی بحث و مباحثہ کے بعد قرار دیا کہ ڈی این اے ٹیسٹ دیگر سائنسی، طبّی اور واقعاتی قرائن کی طرح ایک قرینہ ہے اور اگر دیگر سائنسی، طبّی اور واقعاتی قرائن اس کی تائید کرتی ہوں اور عدالت کو ثبوت جرم کا اطمینان ہو جائے تو اس کی بنیاد پر مناسب تعزیری سزا دی جاسکتی ہے۔ البتہ اس کی بنیاد پر حدود و قصاص کی سزائیں نہیں دی جاسکتی ہیں۔ کونسل کی طرف سے منظور کردہ سفارش کا متن حسب ذیل ہے:

> "DNA ٹیسٹ ایک مفید سائنسی ایجاد ہے جس کے ذریعے بہت سے حقائق کا انکشاف ہوتا ہے اور جرائم کی تفتیش میں اس سے معاونت لی جاسکتی ہے۔ تاہم حدود و قصاص کے کیسز میں قرآن و سنت کی رو سے جرائم کے ثبوت کے لئے ایک متعین معیار اور متعین سزا مقرر ہے اور ان جرائم میں اسی شرعی معیار کو اپنانا ضروری ہے۔ ڈی این اے ٹیسٹ مفید ایجاد ہونے کے باوجود اس معیار پر پورا نہیں اترتا۔ اس لئے تمام کیسز میں اس سے معاونت لی جاسکتی ہے، اور یہ بطور قرینہ معتبر ہے۔ البتہ حدود و قصاص میں یہ شہادت کے طور پر معتبر نہیں ہے۔ تاہم دیگر کیسز میں یہ ایک معتبر قرینہ ہے۔ اور ڈی این اے کے ساتھ ساتھ دیگر قرائن کی موجودگی میں اگر عدالت کو ثبوت جرم کا اطمینان ہو جاتا ہے تو اس کی بنیاد پر مناسب تعزیری سزا دی جاسکتی ہے"۔

اس بات میں شک نہیں کہ کونسل کی اس سفارش کا مفہوم یہی ہے کہ ڈی این اے ٹیسٹ زنا یا زنا بالجبر کے کیسوں میں 'پرائمری' بمعنی بنیادی شہادت کے طور پر تعزیری سزا کے لئے بھی قابل قبول نہیں ہے، کیونکہ:

اولاً: خاتون کے اعضاء تناسل یا رحم میں کسی بھی شخص کے مادہ منویہ یا خلیہ کی موجودگی اس بات کو ثابت نہیں کرتی کہ مذکورہ مرد اور خاتون کے مابین عملاً جنسی عمل کا ارتکاب ہوا ہے۔ اس حقیقت کا ادراک کرتے ہوئے فقہاء اسلام نے صدیوں قبل کسی بھی مجرد عورت (خواہ وہ کنواری ہو، مطلقہ ہو یا بیوہ) کو حمل ہو جانے کو بھی ارتکاب زنا کے ثبوت کے طور پر قبول نہیں کیا ہے۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حمل ہو جانا، جو مجرد آنکھ سے نظر آجاتا ہے، ڈی این اے ٹیسٹ سے مضبوط تر قرائنی شہادت ہے۔ آج کے جدید سائنسی دور میں بچوں کے حصول کے لئے ٹیسٹ ٹیوب بے بی اور سروگیسی (surrogacy) جیسے سائنسی/طبی طریقوں کے ایجاد کے بعد بھی ڈی این اے ٹیسٹ کی، زنا یا زنا بالجبر کے کیسوں میں، 'پرائمری شہادت' ہونے پر اصرار مسلّمہ سائنسی اور طبّی حقائق کے انکار کے مترادف ہے۔

ثانیاً: ڈی این اے ٹیسٹ کے مثبت (positive) ہونے کے باوجود دیگر ایسی قرائنی/واقعاتی شہادت/شہادتیں ہو سکتی ہیں جو زیادہ مضبوط ہوں اور جن کے ہوتے ہوئے ڈی این اے ٹیسٹ کی شہادتی قدر و قیمت بالکل ختم ہو کر رہ جاتی ہو۔ مثلاً: ایسا ہو سکتا ہے کہ جس مرد کا ڈی این اے ٹیسٹ مثبت (positive) آگیا ہے اس سے متعلق یہ مضبوط تر واقعاتی شہادت بھی ہو کہ وہ وقوعہ سے دو ہفتے یا دس دن یا بیس دن یا ایک ماہ قبل ایک متعین تاریخ کو ملک چھوڑ کر چلا گیا ہے اور نہ صرف اس کے پاسپورٹ پر اس ملک کا ویزہ لگا ہوا ہے جہاں وہ سفر کر کے گیا ہے بلکہ اس پر ملک سے جاتے وقت 'خروج' (exit) اور جس ملک میں گیا ہے وہاں 'دخول' (entry) کی سٹیمپیں بھی لگی ہوئی ہیں۔ وہ جسمانی طور پر ملک سے باہر جانے کے بعد مذکورہ دوسرے ملک میں موجود ہے۔ دونوں ملکوں کے امیگریشن حکام کا ریکارڈ ان حقائق کی تصدیق کر رہا ہے۔ تو کیا اس صورت میں محض اس لئے اسے قصوروار اور مجرم قرار دیا جائے گا کہ ڈی این اے ٹیسٹ 'پرائمری شہادت' ہے؟ ظاہر ہے اس صورت میں مزید تفتیش کی جائے گی کہ کیا مذکورہ شخص' جس کے ڈی این اے ٹیسٹ کے نتائج مثبت آئے ہیں' کے خلاف کوئی سازش تو نہیں کی گئی ہے؟ کیا ایسا تو نہیں ہے کہ اس نے کسی فرٹیلیٹی کلینک میں علاج کے سلسلے میں اپنے سپرم (مادہ منویہ) کا نمونہ دیا ہے اور اس نمونے کو اس کے خلاف استعمال کر لیا گیا ہے؟

اس ایک مثال سے ہی کونسل کی اس رائے کی قانونی قدر و قیمت واضح ہو جاتی ہے کہ ڈی این اے ٹیسٹ دیگر قرائن کی طرح ایک معتبر قرینہ ہے جس کی بنیاد پر تفتیش کو آگے بڑھایا جا سکتا ہے اور اگر دیگر قرائن اس ٹیسٹ کے نتائج کی تائید کرتی ہوں نیز دیگر مضبوط تر قرینہ یا واقعاتی شہادت اس ٹیسٹ کے نتائج سے متعارض نہ ہو تو اس کی بنیاد پر جج/عدالت تعزیری سزا دے سکتے ہیں۔ تاہم ڈی این اے ٹیسٹ کو کسی بھی طور پر ''پرائمری شہادت'' کے طور پر قبول نہیں کیا جا سکتا۔ بایں معنی کہ اس کے ہوتے ہوئے دیگر قرائن یا واقعاتی اور طبّی شہادتوں کو درخور اعتناء نہیں سمجھا جائے گا۔ چاہے وہ ملزم کی بے گناہی زیادہ مضبوط طریقے سے ثابت کرتی ہوں۔

دوسری شادی سے قبل پہلی بیوی سے اجازت حاصل کرنے کا مسئلہ

تحریر: محمد الیاس خان

ڈائریکٹر جنرل (ریسرچ)/ترجمان، اسلامی نظریاتی کونسل

پچھلے دنوں مسلم عائلی قوانین آرڈیننس، ۱۹۶۱ء سے متعلق کونسل کی سفارشات پر مختلف حلقوں کی جانب سے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر بڑی شد و مد سے بحث و مباحثہ جاری رہا۔ بطور خاص دوسری شادی کے حوالے سے کونسل کی طرف سے مرتب کی جانے والی سفارش کو ہدف تنقید بنایا گیا۔

ذیل کی سطور میں دوسری شادی سے متعلق مسلم عائلی قوانین کی متعلقہ دفعہ (۶) میں پائی جانے والی قانونی و شرعی خرابیوں اور اس سے متعلق کونسل کی سفارش کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

اولاً: مسلم عائلی قوانین آرڈیننس کی تعدد ازدواج سے متعلقہ دفعہ ۶ میں پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کے خواہاں شخص کے لئے ثالثی کونسل سے پیشگی اجازت کے حصول کی بات کی گئی ہے نہ کہ پہلے سے موجود بیوی یا بیویوں کی اجازت کی۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ اس اجازت کے حصول کے لئے جو درخواست دی جائے گی اس میں دوسری شادی کی وجوہات کے ساتھ ساتھ اضافی معلومات کے طور پر یہ بھی تحریر کیا جائے گا کہ آیا موجودہ بیوی یا بیویوں کی رضامندی بھی حاصل کرلی گئی ہے یا نہیں۔

تاہم قانون کی اس دفعہ میں اس بات کی صراحت کردی گئی ہے کہ اگر ثالثی کونسل فریقین کا موقف سننے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتی ہے کہ مجوزہ شادی ضروری اور منصفانہ ہے تو وہ مناسب شرائط کے ساتھ اس شادی کی منظوری دے گی۔ قانون میں یہ منظوری پہلی بیوی کی اجازت سے کسی بھی طرح سے مشروط نہیں کی گئی ہے۔

ثانیاً: کونسل نے اپنے اجلاس (نمبر ۱۹۶) منعقدہ ۱۰- ۱۱مارچ ۲۰۱۴ء میں قانون کی اس پوری دفعہ کو خلاف اسلام قرار دیتے ہوئے مسترد کرنے کی سفارش بالاتفاق منظور کی۔ کونسل کی طرف سے مذکورہ سفارش منظور کرنے کی وجوہات/دلائل درج کرنے سے قبل قانون کی اس دفعہ کا متن درج کیا جانا ضروری معلوم ہوتا ہے جو درج ذیل ہے:

دفعہ ۶۔ تعدد ازدواج

(۱) کوئی شخص آرڈیننس ہذا کے تحت اپنی پہلی بیوی کی موجودگی میں ثالثی کونسل سے پیشگی تحریری اجازت حاصل کئے بغیر دوسری شادی کرنے کا مجاز نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی منظوری مذکور کے بغیر کی گئی کسی شادی کو آرڈیننس ہذا کے تحت درج رجسٹر کیا جائے گا۔

(۲) تحتی دفعہ (۱) کے تحت اجازت حاصل کرنے کے لئے درخواست مجوزہ طریق کار کے مطابق چیئرمین کو مقررہ فیس کے ہمراہ دی جائے گی۔ اور اس میں مجوزہ شادی کی وجوہات درج کی جائیں گی۔ نیز اس میں یہ بھی تحریر کیا جائے گا۔ کہ آیا موجودہ بیوی یا بیویوں کی رضامندی حاصل کرلی گئی ہے یا نہیں۔

(۳) تحتی دفعہ (۲) کے تحت درخواست وصول ہونے پر چیئرمین درخواست دہندہ اور اس کی بیوی یا بیویوں سے کہے گا کہ وہ ہر ایک اپنا اپنا نمائندہ نامزد کردیں۔ اور اس طرح تشکیل شدہ ثالثی کونسل مجاز ہوگی کہ اگر اس کا اس بارہ میں اطمینان ہوجائے کہ مجوزہ شادی ضروری اور منصفانہ ہے تو وہ ایسی شرائط کے تحت جنہیں وہ مناسب خیال کرے

طلب کردہ منظوری دے دے گی۔

(۴) درخواست دہندہ کا فیصلہ کرتے وقت ثالثی کونسل اپنے فیصلہ کی وجوہات قلمبند کرے گی۔اور ہر فریق مجاز ہوگا کہ وہ مقررہ عرصہ کے اندر مجوزہ طریق میں اور مقرر کردہ فیس ادا کرنے پر نگرانی کی درخواست کلکٹر کو پیش کرے گا اور اس کا فیصلہ قطعی ہوگا اور کسی عدالت میں اس کے خلاف چارہ جوئی نہیں ہو سکے گی۔

(۵) اگر کوئی شخص ثالثی کونسل کی اجازت کے بغیر دوسری شادی کرے گا۔ تو اس پر لازم ہوگا کہ وہ

(الف) حق مہر کی کل ایسی رقم (خواہ وہ معجل ہو یا غیر معجل) یا جو بیوی یا بیویوں کو قابل ادا ہو فی الفور ادا کرے اور اگر ایسی رقم ادا نہ کی جائے تو اسے بطور بقایا مالیہ سرکار وصول کیا جائے گا۔اور

(ب) شکایت پر اثبات جرم کی صورت میں وہ قید محض کا مستوجب ہوگا جس کی میعاد ایک سال تک ہو سکتی ہے۔ یا سزائے جرمانہ کا جو پانچ ہزار روپے تک ہو سکتا ہے۔ یا ہر دو سزائیں۔

کونسل کی طرف سے مسلم عائلی قوانین آرڈیننس،۱۹۶۱ء کی دفعہ ۶ کو مسترد کرنے کی وجوہات

قانون کی دفعہ ۶ کی ذیلی شق (۱) کو مسترد کرنے کی وجوہات

i. اس شق میں جس 'ثالثی کونسل' کی بات ہو رہی ہے اور یہ ثالثی کونسل جس 'چیئرمین' کی طرف سے تشکیل دی جائے گی، ان سے متعلقہ قانون (بنیادی جمہوریتوں کا آرڈر، ۱۹۵۹ء) ایک مردہ قانون ہے جس کا وجود اس وقت کے کتابِ قانون (statute book) میں ہے ہی نہیں۔ چنانچہ قانون کی اس دفعہ کے نفاذ کے لئے قانون میں بیان کردہ انتظامی/ تنفیذی ڈھانچے کی عدم موجودگی میں قانون کا یہ ٹکڑا (piece of law) نہ صرف غیر مؤثر اور ناقابل عمل ہے بلکہ اس بنیادی سقم کی وجہ سے اسے قانون کہنا بھی شاید درست نہ ہو۔

ii. دفعہ ۶ کی اس ذیلی شق میں ثالثی کونسل کی اجازت کے بغیر دوسری شادی کو ناجائز/ باطل یا غیر مؤثر قرار دیئے بغیر یہ کہا گیا ہے کہ ایسی شادی کو رجسٹر نہیں کیا جائے گا۔ قانون کے اس ٹکڑے کے قانونی مضمرات بالاختصار یہ ہیں:

(الف) باوجودیکہ دوسری شادی کرنے والے کو اس قانون میں درج طریق کار (جو اب ناقابل عمل ہے) کی خلاف ورزی پر اس دفعہ ۶ کی ذیلی شق (۵) کے مطابق یہ سزا تجویز کی گئی ہے کہ اسے ایک سال تک قید محض میں رکھا جائے گا یا پانچ ہزار جرمانہ کیا جائے گا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔ تاہم دفعہ ۶ کی اس شق کی رو سے آئین کے آرٹیکل ۱۳ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اسے ایسی دوہری سزا کا شکار کیا جائے گا جو اسے ساری عمر جھیلنی پڑے گی۔ یعنی وہ قانون کی نظر میں بھی جائز قرار دی جانے والی اس دوسری شادی کو قانوناً رجسٹر نہیں کرا سکے گا اور نتیجتاً وہ اپنی دوسری بیوی اور اس سے ہونے والے بچوں کی شناخت کے حق سے زبردستی اور ناجائز طور پر محروم کئے جانے کے نتیجے میں ایسی شدید ذہنی اذیت اور عذاب میں مبتلا رہے گا جس سے چھٹکارے کا کوئی قانونی راستہ نہیں رہنے دیا گیا ہے۔

(ب) "ولا تزر وازرۃ وزر اُخری" کے قرآنی اصول اور عالمی طور پر مسلمہ قانونی قاعدے "No one is to be punished for the crime or wrong of another" (یعنی کسی کو بھی کسی دوسرے کے جرم یا غلط کاری کی سزا نہیں دی جائے گی) کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے قانون کا یہ ٹکڑا دوسری بیوی اور حتیٰ کہ اس بیوی کے بطن سے مستقبل میں پیدا ہونے والے بچوں کو بھی ناکردہ گناہوں کی یہ سزا دیتا ہے کہ قانونی اور شرعی بیوی ہوتے ہوئے بھی نہ تو یہ بیوی قانونی طور پر اپنے خاوند سے اپنا رشتہ ازدواج ثابت کر سکے گی اور نہ ہی اس سے پیدا ہونے والے بچے اپنی ابوّت

اور امومت (parentage) کے قانونی اعتراف کے حقدار ہوں گے۔ اور ظاہر ہے کہ ازدواج اور ابوّت و امومت کے حقوق کے انکار کی صورت میں وہ ان تمام دیگر حقوق سے بھی قانوناً محروم رہیں گے جو ان قانونی اور شرعی رشتوں پر مترتب ہوتے ہیں۔ چنانچہ نہ تو انہیں شناختی کارڈ، پاسپورٹ جیسی قانونی دستاویزات حاصل ہو سکیں گی اور نہ ہی وہ قانون کی نظر میں وراثت، گارڈین شپ جیسی دیگر قانونی و شرعی حقوق کا تقاضا کرنے کے حقدار ہوں گے۔ مختصراً یہ کہ یہ قانون ان کی 'شناخت' کے حق کو ہی چھین رہا ہے۔

قانون کی دفعہ ۶ کی شق (۲) کو مسترد کرنے کی وجوہات

دفعہ ۶ کی شق (۲) میں پھر سے ۱۹۵۹ء کے بنیادی جمہوریتوں کے مردہ قانون کے تحت بننے والی یونین کونسل (جس میں غیر منتخب ارکان بھی ہوتے تھے) کا ذکر ہے۔ نیز اس شق میں فیس کی ادائیگی کا ذکر ہے اور شرعاً ایسے کسی عمل پر فیس نہیں لی جاسکتی جو عبادت اور فرض کے زمرے میں آتا ہو اور نکاح اسی قبیل کا عمل ہے۔ نیز نکاح کے بارے میں تو صریح نصوص ہیں کہ اسے آسان اور کم خرچ ہونا چاہیے۔

قانون کی دفعہ ۶ کی شق (۳) اور (۴) کو مسترد کرنے کی وجوہات

ان شقوں میں بھی فیس کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ "ثالثی کونسل" کا ذکر ہے جس کو ریگولیٹ کرنے والا قانون اب سٹیٹیوٹ بک (کتاب قانون) کا حصہ نہیں رہا ہے۔ نیز ان میں یونین کونسل کے تحت تشکیل کردہ ثالثی کونسل کے فیصلہ کے خلاف اپیل کی اتھارٹی کلکٹر کو قرار دیا گیا ہے جبکہ مقامی حکومتوں کے اس وقت رائج قانون میں کلکٹر (ڈپٹی کمشنر) اور ضلعی انتظامیہ کے تمام دیگر افسران بمعہ ضلع پولیس آفیسر ضلع ناظم کے ماتحت ہیں۔

قانون کی دفعہ ۶ کی شق (۵) کو مسترد کرنے کی وجوہات

قانون کی اس ذیلی شق کے حصہ (الف) میں دوسری شادی کرنے والے سے پہلی بیوی کے مہر کی فوری وصولی کے لئے ایک غیر منطقی اور غیر معقول طریق کار کا ذکر کیا گیا ہے کہ اگر شوہر فی الفور یہ مہر ادا نہ کر سکے تو اس سے مہر کی یہ رقم بطور "بقایا جات مالیہ سرکار" وصول کی جائے گی۔ قانون میں بیوی کو مہر کی اس رقم کی ادائیگی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ قانون کی اس ذیلی شق کے حصہ (ب) میں یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ ثالثی کونسل کی اجازت کے بغیر دوسری شادی کرنے والے کو ایک سال تک کی قید محض یا پانچ ہزار روپیہ جرمانہ یا دونوں سزائیں دینے کے ساتھ ہی پہلی بیوی کے ساتھ عدل و انصاف کے تقاضے پورے ہو جائیں گے۔ کیونکہ قانون میں بیوی یا بیویوں کے ساتھ اسلامی معاشرتی عدل کو تو کوئی مسئلہ ہی نہیں بنایا گیا ہے۔ چنانچہ قانون بیوی یا بیویوں کے ساتھ انصاف، عدل اور 'معروف' کا کوئی ادنیٰ معیار متعارف کرانے کے سلسلے میں بالکل خاموش ہے۔ اس کے برعکس شوہر کو ایک سال تک قید میں رکھ کر یہ قانون دونوں بیویوں کو ایک سال تک کے عرصہ کے لئے نان و نفقہ سے محروم رکھنے کا باعث بن رہا ہے۔

درج بالا وجوہات کی بنا پر کونسل نے قرار دیا ہے کہ مسلم عائلی قوانین آرڈیننس، ۱۹۶۱ء کی مذکورہ دفعہ (۶) غیر شرعی و غیر اسلامی ہے، اور متفقہ طور پر حسب ذیل فیصلہ کی منظوری دی۔

کونسل کے فیصلہ کا متن

(1) عائلی قوانین کی دفعہ ۶، "تعدد ازدواج" نہ صرف اسلامی احکام کے خلاف ہے، بلکہ بیش بہا قانونی خرابیوں پر مبنی ہے، قرآن مجید کی آیات کریمہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور اجماع امت سے ثابت ہوتا ہے کہ بیک وقت ایک سے زائد چار تک بیویوں کو نکاح میں رکھنا جائز ہے۔ نکاح کے شرعی یا قانونی انعقاد

کے لیے شوہر کو ثالثی کونسل، سول جج یا پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری نہیں۔

(۲) نکاح ایک شرعی عمل ہے اور انبیاء کرام کی سنت ہے، ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ایک سے زائد شادیاں کی تھیں۔ صحابہ کرام اور آج تک کے صلحاء امت میں سے متعدد مقدس ہستیوں نے اس سنت کو عملی طور پر اپنایا ہے۔ لہذا دوسرے نکاح کو جرم بنا کر نکاح کرنے والے کو سزا دینا نہایت نامناسب اور اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے۔

(۳) شرعی تعلیمات کے مطابق میاں بیوی پر ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنا اور حسن معاشرت کے ساتھ زندگی گزارنا لازم ہے۔ شوہر کا شرعی و اخلاقی فرض ہے کہ وہ ان تمام حقوق کو ادا کرنے کا اہتمام کرے جو شوہر ہونے کے ناطے شریعت نے اس پر لازم قرار دیئے ہیں، خواہ اس کی ایک بیوی ہو، یا ایک سے زائد بیویاں ہوں۔ اگر شوہر ایک سے زائد بیویوں کے درمیان اختیاری امور اور حقوق میں عدل نہ کر سکتا ہو، تو ایک بیوی پر اکتفاء کرے۔ اگر شوہر حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کا مرتکب ہوتا ہو تو بیوی/بیویوں کو حقوق کا مطالبہ کرنے اور عدالتی چارہ جوئی کا راستہ اختیار کرنے کی اجازت ہے، کونسل سمجھتی ہے کہ عائلی قانون کی دفعہ ۶ ایک ایسے قانون پر مبنی ہے جو اس وقت ختم ہو چکا ہے اور اس میں دیگر کئی قانونی خرابیاں موجود ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی حقوق کی پامالی کا باعث بن سکتی ہے۔ یہ دفعہ بیک وقت شوہر، بیوی اور بچوں کو کئی ایک شرعی و قانونی حقوق سے محروم کر سکتی ہے۔ لہٰذا اس دفعہ کو حذف کر دیا جائے۔ (اجلاس ۱۹۴، مؤرخہ ۱۰، ۱۱ مارچ ۲۰۱۴ء)

لہٰذا کونسل کی سفارش اپنی جگہ بالکل بجا ہے، این جی اوز اور میڈیا کا ردعمل قانون اور شریعت سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔